کام چور بھوت

کرنل شفیق الرحمٰن

کام چور بھوت

شفیق الرحمن

میرا دوست اور میں تقریبا رات کے نو بجے گاؤں کے قریب پہنچے ، میرے پاس ہاتہ میں ایک لاٹھي تھي، دوسرے میں لالٹین، میرے دوست نے بھي لاٹھي تھام رکھي تھي، اس کے دوسرے ہاتہ میں مونگ پھلیوں اور اخروٹوں والے گڑ کي پڑیا تھي۔
ہمارے ذمے دو کام تھے، پڑوس گاؤں کے نمبردار کو گڑ کا تحفہ پیش کرکے انھیں بتانا کہ ان کا بھیجا ھوا مالي بیمار ھے، اگر وہ دوسرا مالي بھیجیں تواسے ساتہ لے آئیں۔ ھم اپنے گاؤں سے دوپہر کو چلے تھے، لیکن راستے میں ملہ لگا ھوا تھا، شام تک وھاں رھے سورجغروب ھونے تک اچانک یاد آیا کہ ابھي چار پانچ میل کا سفر باقي ھے ، چناچہ ایک واقف کار کي دکان سے لال ٹین کرائے پر لے کر روانہ ھوئے۔
گاؤں سے سو ڈیڑھ گزادھري ھمیں کتوں کے لشکر نے گھیر لیا، ھمارا خیال تھا، کہ لال ٹین مددے گي، اور اس کي روشني میںکتون کي اچھي طرح خبر لے سکیں گے، لیکن روشني میں کتے خوب نشانہ باندھ کر حملہ کرتے ھیں، یکا یک میرے دوست کا لٹہ لالٹین پر پڑا، اندھیرا ھوتے ھي افراتفري مچ گئي، اتفاق سے میں نے ایک کتے کي دم پر پاؤں رکہ دیا، اس نے نعرہ لگایا دوسرے کتوں نے اس کا ساتہ دیا۔
ھم دونوں ایسے سرپٹ بھاگے کہ منٹوں میں گاؤں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ چوپال میں لوگ بیٹھے حقہ پي رھے ھیں۔ وہ دیکھو شکاري صاحب کوئي کہانے سنا رھے ھیں، میرا دوست بولا ----شکاري صاحب بڑے دلچسپ انسان تھے، ان کے قصے ایسے ھوتے تھے،کن ان پر کچھ یقین آتا کچھ پرنہ آتا، بڑے نڑے تو مسکراتے رھتے لیکن لڑکوں کو جو ان سے نوک جھونک بھي کرتے، ان کي باتیں پسند تھیں، خصوصا جس طرح وہ اپني کہاني کے اختتام کو یکدم وڑتے۔ معلوم ھو کہ کسي بھوت کا قصہ شروع کرانے والے ھیں، حاضرین میں زیادھ

تعداد نوجوانوں کي تھي،جو انہیں لگاتا تار ٹوک رہے تھے، اس لئے موضوع بھي بار بار بدل جاتا ہم نے ان سے طرح طرح کے قصے سنے لیکن بھوتوں کا ذکر آج پہلي مرتبہ ہورہا تھا۔
کافي دیر ہو چکي تھي، میں نے اپنےدوست کو کہا کہ ہمیں پیدل چل کر واپس اپنے گاؤں بھي پہنچنا ھے اس لئے فورا نمبردار صاحب کو گڑدے کر اور مالي کے متعلق پوچھ کر سیدھے چلیں، لیکن وہ بولا آج کچھ بھي ہو شکاري صاحب کي بھوت والي کہاني ضرور سنیں گے،ہم ایک کونےمیں بیٹھ گئے۔
وہ ایک شخص کا قصہ سنا رہے تھے جو ہر روز مسجد میں صبح کي نماز پر غیر حاضر ھوتا، لیکن بقیہ چاروں نمازوں کے وقت باقاعدگي سے پہنچتا، لوگ وجہ پوچھتے تو ٹال مٹول کرجاتا، آخر جب گاؤں والوں نے بہت مجبور کیا تو اس نے بتایا کہ جب وہ نماز کےلئے صبح سویرے گھر سے نکلتا ھے تو ایک بھیانک سي کالي شبیہہ اس کا راستہ روک لیتي ھے، اس طرح کہ ڈر کر اسے واپس آنا پڑتا ھے، یہ سن کر لوگ مذاق اڑانے لگے یہ کسیا ڈرپوک انسان ھے ، پھر کسي زرگ نے مشورہ دیا، کہ اگر اس پراسرار چیز پر قابو پانا ھے تو علي الصبح دونوں ہاتھوں پر سیاھي ملکر نکلو، جونہي وہ سایہ سامنے آئے ھمت کرکے سیاھي اس کے منہ پر مل دینا، اس پر تو وہ اور بھي ڈرا لیکن بزرگ نے ہمت بندھائي اور چار رونا چار دہ تیار ھوگیا۔
اگلي صبح نمازي کیا دیکہتے ھیں کہ وہ شخص ھنستا ھوا چلا آرھا ھے، مسجد میں پہینتے ھي بڑے فخر سے بولا ، بھائیو، آج میں نے اس شبیہہ کے منہ پر سیاھي مل دي۔لیکن لوگوں نے دیکھا ساري کالک خود اس کے چہرے پر لگي ھوئي ھے، دراصل وہ اپنے وھم سے خوف زدہ تھا، نہ کوئي سایہ تھا نہ ھي کوئي شبیہہ تھي، نہ نرا وہم تھا جس سے وہ ڈرا کرتا تھا۔ انہوں نے حقے کے کئي کش لگائے اور اپني سفید مونچھوکو تاؤدینے لگے۔
میں نے اپنے دوست ک وپھر یاد دلایا کہ اگر ھم فورا نمبر دار صاحب سے مل کر واپس روانہ نہ ھوئے تو گھر والے بہت خفا ھوں گے، مگر وہ نہ مانا۔آپ کچھ اپنے متعلق بھي بتائیں، ایک نوجوان نے کہا۔ میں نے نہایت ھي کم عمر میں پیدا ھوا، ابھي چھوٹا ھي تھا کہ یتیم ھونا پڑا، اور اتنے تنگ ودو وقسم قسم کے تجربوں ، محنت مشقت کے باوجود اب تک یتیم ھوں۔
آپ کا ذریعہ ما ش کیا رہا؟
کیا کہا؟ ذریعہ ماش؟ انہوں نے ڈانٹ کر پوچھا۔ جي نہیں ذریعہ معاش ----یعني روزي کے سلسلے میں کیا کچھ کرتے رہے ھیں؟ پہلے ریاستي پولیس میں ملازم رہا ، پھر بطور شکاري کئي ریاستوں راجواڑوں میں نوکري کي----اب شکار ے علاوہ کھیتي باڑي کا شغل ھے۔اتفاق سے میں شروع ھي سے فضول خرچ رہا ھوں۔

اتفاق سے میں شروع ھي سے فضول خرچ رہا ھوں، تنخواہ کا بیشتر حصہ پراویڈنٹ فنڈ کي نظر ھوجاتا۔ اور باقي؟اسے بینک کے سیونگ اکائونٹ میں

پھونک دیا کرتا ---، بھلا آپ بیچارے جانوروں کے پیچھے کیوں مارے مارے پھرتے ھیں؟ کیا شکار کے بغیر گزارھ نہیں ھوسکتا؟ ایک طرف سے آواز آئي۔
گزارھ تو بہت سے چیزوں کے بغیر ھوسکتا ھے مثلا جو عینک آپ نے لگا رکھي ھے، اس کي ایجاد سے پہلے بھي لوگ کسي نہ کسي طرح دیکہ لیا کرتے ھوں گے، تبھي انہوں نے اس کے بغیر جنگیں لڑ کر فتح کئے نئے براعظم دریافت کئے اور آپ نے جو ابھي تمباکو والا پان کھایا ھے اس کي دریافت سے قبل بھي یہ نشہ پورا ھي ھوجاتا ھوگا، رھ گیا شکار سو اگر عمدھ بندوق پاس ھو تو، اس لا ئسنس اور کارتوس موجود ھوں تو شکور کھیلنے کو خود بخود دل چاھتا ھے ، دن بھر کي بھاگ دوڑ انسان کو چست رکھتي ھے، سب جانتے ھیں کہ ورزش عمر کو بھي بڑھاتي ھے جواني میں اس قدر صحت مند تھا کہ اکثر ڈاکڑ مجھ سے چڑا کرتے تھے، اب تک کبھي کبھي خواب دیکھتا ھوں کہ خواب میں بھي سورہا ھوں، یعني ڈبل نیند آتي ھے، سورج سے مجھے یہي شکایت رھي ھہ کہ وھ صبح بہت جلدي نکل آتا ھے۔اگر آپ خوب ورزش کرتے ھیں تو آج ستر برس کے اوپر ھوتے۔آپ نے اتنے برس جنگلي درندوں کاشکار کھیلا ھے، آپ بڑے دلیر ھوں گے، میري ذاتي رائے یہ ھے کہ اگر انسان کسي طرح اپنا ڈر چھپا سکے تو وھ دلیري کہي جا سکتي ھے، ویسے اسے شغل کے سلسلے میں کئي دلچسپ لوگوں سے بھي ملاقات ھوئي۔
مثلا-----؟جنگلوں میں ایک سائیں جي ملا کرتے جن سے بہت متاثر ھوا، کیونکہ انہیں پرندوں جانوروں کي بولیاں سمجھنے کا فن آگیا تھا-----آپ توجانتے ھي ھیں کہ کچھوا کئي سو برس زندہ رھتا ھے، سائیں جي نے دو کچھوں جو میاں بیوی معلوم ھوتے تھے، آھستہ آھستہ چلتے دیکھا، ایکنے دوسرے سے کہا، سن لیا بابا سن لیا تم نے میري زندگي کے بہترین ڈھائي تین سو سال تو ضائع کردیے ھیں اب اور کیا چاھئیے؟ پھر ایک دن سرحد پر ڈاکوؤں اور پولیس کي آپس میں شدید فائرنگ ھورھي تھي، صحرائي ھرن پہلے تو ڈر کر چھپتے رھے، پھر ایک سیئنر ھرن نے ہمت کر کے حالات کامعائنہ کیا اور ڈار کو بتایا کہ خواتین و حضرات آپ اطمینان سے گھاس کھائیں، آج یہ ہمیں مارنے نہیں ایک دوسے کو شوٹ کرنے آئے ھیں، سائیں جي نے ان شہریوں کے قصے بھي سنائے جو پہلي مرتبہ گاؤں آتے تھے، ایک بیل کھیت میں جگالي کر رھا تھا، شہر سے کچھ لوگ پک نک منانے آئےھئے تھے، ان میں سے ایک نے نعرہ لگا کر کہا کہ پتہ نہیں اس جانور کے منہ میں کس نے چیونگم ڈال ھے، اسي طرح روھي میں دو اونٹوں کا مکالمہ سنا، ایک اونٹ اپنے دوست اونٹ سے کہہ رہا تھا، کہ شدید سردي کے موسم میں میرے مالک کے مربعوں پر شہري مہمان آئے، علي الصبح ایک ناڑي نےمجھ پر سوراي کرنے کي کوشش کي مگر میں اطیمنان سے بیٹھا رھا، جب اسے کامیابي نہ ھوئي تو میرے کان، ماتھا، گردن، کوہان، ٹٹول کر آخر میں ہار مان گیا، اور اترتے ھوئے بولا----آج تو اتنیسردي ھے کہ اونٹ تک اسٹارٹ نہیں ھورہا، یہاں تک کہ اونٹ کا اسٹارٹر بھي نہیں ملا رھا---؟معلوم ھوتا ھے کہ سائیں جي کو آپ پر بہت اعتقاد تھا، کہ

ان کي هر بات کا يقين کرليتے تھے، دوسرے طرف سے آواز آئي۔

شايد آپ نہيں جانتے کہ مشرق کا سائيں، اطالوي اور هسپانوي سينور اور انگريزوں کے سر برابرا هيں، يب تينوں هم رتبہ هيں، ہاں تو ميں جانوروں کا ذکر کررها تھا۔۔۔۔ايک روز سائيں جي نے غصے سے اپنے ڈيلميشن کو ڈانٹ ديا، اس نسل کا کتا آپ نے ديکھا ہي هوگا، وہي جو بڑا سارا گلدار چتکبر اکتا هوتاهے ، سائيں جي کو ڈانٹ پر جو جواب ملا انہوں نے فورا سمجھ ليا کتے نے بردباري سے بھونکتے هوئے شکايت کي تھي، آپ کو کتےکي صيح ترکيب استعمال نہيں معلوم کہ دن ميں آرام اور رات کو پہرہ، آپ نے مجھے فقط گيٹ کي چوکيداري دے رکھي هے، يعني اس پر کوا تک آبيٹھے تو خوفناک آوازيں دير تک بلاوجہ بھونکتا رهوں، يہاں تک کہ آپ کے پرانے دوستوں اور عزيزوں کي آمد پر پر بھي غل مچاؤں، يعني ميں گيٹ کي غلط گھنٹي هوں، چناچہ دن بھر مجھے خواہ مخواہ اس قدر هلکان کرديا جاتا هے، کہ رات کونيند آجاتي هے جب کبھي آپ دو تين هفتوں کے بعد اس خاکسار پر ملتفت هوتے هيں تو انگريزي ميں کم بيک، نو، ڈونٹ ڈو ايٹ، حالانکہ کتوں کو انگريزي کيا اردوسمجھ نہيں آتي هے، دوسري شکايت مجھے يہ هے کہ آپ کے کچھ ملاقاتي مجھے ايسا سفيد کتا سمجھتے هيں جس پر سياہ دھبے پڑے هوں ، باقيوں کا خيال هے کہ ميں دراصل کالا کتا هو، جس پر غلطي سے سفيد چھينٹے ڈال کر دئيے گئے تھے، يہ کوئي بھي نہيں جانتا کہ ميں اعلي نصل کا کا ڈلميشن هوں جو حادثات زمانہ سے جاہلوں ميں آپھنسا هو۔آپ تو کسي بھوت کا قصہ سنانے لگے تھے، وهي جاني پہچاني آواز آئي۔ ابھي سناتا هو ،ہاں تو سائيں جي نے ايک بلي کا واقعہ بھي سنايا، جو حوبلي کي سہيلي نے ديگر بليوں کو بتايا تھا، سردي کے موسم ميں اس پالتو بلي کا پنجے پھسلا اور کيچڑ ميں گرگئي، مالک نے جو پہلوان بھي تھا، نہ ٹھنڈ کا خيال کيا نہ کسي اور چيز کا فورا صابن اور ٹھنڈا پاني سے اسے دھونا شروع کرديا، سائيں جي قريب سے گزرے رهے تھے، انھوں نے منع کيا تو جواب ملا کہ آج اتوار هے، اگر چھٹي کے دن بلي نہ دھوئي جاسکي تو هفتے بھر اسي طرح رهے گي اور کيا کہيں درسي وغيرہ کو خراب نہ کردے، اتفاق سے سائيں جي شام ميں پھر وهاں سے گزر رهے تو ديکھا کہ بلي انتقال هوچکا هے، انہوں نے پہلوان کو صبح کي گفتگو ياد دلائي، اس پر وہ بلي ناشناس پہلوان بولا جناب يہ بلي دھونے سے نہيں مري بلکہ نچوڑنے سے مري هے،آپ ان سائيں جي سے اب بھي ملتے هيں؟ ايک نوجوان نے بات کاٹي۔

نہيں‌کيوں؟ هوا يہ کہ ايک روز انھوں نے تاش کے کھيل شروع کردئيے، پانچ روپے کي شرط لگا کر کڈي ميرے سامنے کرکے کہنے لگے کہ کوئي سا پتہ نکال لوتمہارے ديکھنے سے پہلے بتادوں گا کہ کيا هے ، ميں نے ايک پتہ نکالا هي تھا کہ وہ بول پڑے، چڑيا کي پنجي اور لاؤ پانچ روپے، ميں حيران هوا تو بولے کہ اگر يقين نہ آيا هو تو پانچ روپے کي شرط پر شک دوسرے پيکٹ سے

پتہ نکال لو، انہوں نے دوسري گڈي اٹھائي ابھي پتہ کھینچا بھي نہیں تھا کہ بول پڑے حکم کا یکہ، یہ حکم کا یکہ ھي تھا، میري حیرت پر تیسري گڈي استعمال کي گئي اور پان کا نہلا بھي انہوں نے فورا بھانپ لیا۔
دفعتا انہیں ایک زبردست چھینک آئي، ----ایسي کہ تینوں گڈیوں کے پتے اڑ کر بکھر گئے، جب میں نے بے شمار پتے ایک جیسے دیکھے تو حیران ھو کر انہیں پھیلایا، ایک سالم پیکٹ حکم کے یکوں کا تھا، دوسري گڈي میں فقط پان کے نہلےاور تیسري میں باون کے باون پتے چڑیا کي پنجیوں کے ------ پھر پتہ نہیں کیا ھوا کہ آھستہ آھستہ سائیں جي سے عقیدت میں فرق آگیا، آپ یہ ھرگز نہ چمجھئیے کہ اس سے ان ھارے ھوئے پندرھ روپوں کا کوئي تعلق ھے---

ریاستوں کي ملازمت کسي رھي؟
بري نہیں تھي، اکثر راجواڑوں میں شکاري کو محض رسمي طور پر رکہنے کا رواج رہا ھے، یعني اسے غیر شکارانہ کام بھي دئیے جاسکتے تھے، دوسرے یہ کہ نواب اور راجہ پتہ نہیں کس بات پر یونہي ناراض ھوجاتے او رکس بات پر خوش، کئي باتیں ایسي ھوتیں ھیں جنہیں انسان سمجھا سکتا لیکن خود نہیں سمجہ سکتا، ایک دفعہ کا ذکر ھے -----نہیں ایک دفعہ کا نہیں کیونکہ مجھے وھ مہینہ اور سال اب تک یاد ھے، جنگل میں شیر دور کھڑا دھاڑتا تھا، میں نے بندوق کو مظبوطي سے تھام کر نشانہ لیا اور لبلبي دبا دي، لیکن اتفاق ملاحظہ ھوکر شیر بندوق کي زد میں سے فقط چار فٹ دور تھا، گولي زناٹے سے گئي مگر شیر کي دم سے چار فٹ ادھر ٹھنڈي ھوگئي ، خود شیر نے پھیچے مڑ کر گولي کو زمین پر گرتے دیکھا ھے،اور میں نے یہ نوٹ کیا کہ اس کے چہرے پر غصہ بھي تھا، اور مسکراہٹ بھي، ساتھ ھي ایک اور تماشہ ھوا ، ایک اسیے شیطان چیتے سے آمنا سامنا ھوگیا، جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس کي چھلانگ بیس اکیس فٹ ھے، ادھر میرے نشانے کا یہ عالم تھا کہ بیس اکیس فٹ تک چوني اٹھني کے دوتکڑے کردیا کرتا تھا، دفعتا درختوں میں سے اس کي انگار جسیسي آنکھیں چمکیں اور وھ آہستہ آہستہ میري طرف بڑھنے لگا، میں نے جھاڑیوں کي آڑلي، جو نہي میں اور وھ مطلوبہ فاصلے یعني بیس اکیس فٹ پر آئےتو فورا اس نے مجہ پر کودنے کي تیاري کي اور میں نے شت لي، پتہ نہیں پہلے بندوق چلي یا وھ کودا، کیا دیکھتا ھوں کہ نہ اسے کچھ ھوا نہ مجھے۔اگلے دن سے میں نے اسي جنگل میں اسے فاصلے پر چوني اٹھني رکھ کر ان پر نشانہ لگانے کي مشق شروع کردي، پڑوس سے کبھي شڑاپ شڑاپ کي آوازیں آتیں کبھي دھڑام دھڑام کي چیکے سے جھانک کر دیکھا تو معلوم ھوا کہ جہاں میں اپنا نشانہ ٹھیک کرنے کي پریکٹس کر رھا تھا، وہاں چیتا بھي اپني چھلانگ کي لمبائي اور رخ کي درستگي میں لگا ھوا تھا، اس کا میں نے کسي سے ذکر کردیا ھوگا، جو کسي طرح مہاراجہ تک پہنچ گیا تو اس نے مجھے اپنا خاص شکاري رکھ لیا، ساتھ ھي یہ بھي مشہور ھوگیا، کہ میرا رابطہ کسي ریاستي حکومت کي کیبنٹ سے بھي ھے، کیبنٹ سے میرا تعلق ضرور

تھا، لیکن فقط اتنا کہ مہاراجہ کے خاص دفتر کي کیبنٹ اور اس کي کئي درازوں کو ہر ھفتے پالش کراکے صاف ستھرا رکھاکروں۔
میں جانتا تھا کہ جیسے دیو سے مہادیو بڑا ھوتا ھے ، اس طرح مہاراجہ کو بھي معمولي راجہ سے بلند ھونا چاھئیے، لیکن نہ جانے کیوں یہ مہاراجہ کافي کنجوس تھا، اتنا کہ جب اس نے مجھے اپنے مہمان خانے میں ٹھرایا ھوا تھا، جہاں دونوں وقت دال کے سوا اور کوئي سالن نہ ملتا، تو ایک دن سورخ گرھن کے سلسلے میں مجھ سے ھندي مہینے کي تاریخ پوچھ لي، میں فقط اتنا ھي بتا سکا کہ اس تاریخ کا تو پتہ نہیں لیکن دال کي آج بارھویں تاریخ ھے، اس پر وھ بظاھر تو خوش ھوااور وزیر حضوري سے کہا کہ انہیں نوازا جائے، لیکن چند ھي دنوں بعد مجھے سرحدي علاقے میں بھیج دیا گیا اور ایک دوسرا شخص ترقي پر میري جگہ آگیا بعد میں معلوم ھوا کہ وھ مہاراجہ کا سوتیلا بیٹا تھا، بعد میں دیکھا کہ عہدوں پر اس کے رشتے دار ھي رشتے دار تھے، وہاں اقربا پروري کچھ اس طرح کي تھي، جیسے ملکہ وکٹوریہ خود اپني خدمات کي تعریفیں کرتے ھوئے اپنے لئے پر زور سفارش کرکے خود ھي اس کي تصدیق کریں اور پھر اپنے آپ کو وکٹوریہ کراس کا اعلي اعزاز مرحمت فرمائیں۔

اس کے بعد کیا ھوا؟
وھ نوکري چھوڑ دي ، اگلي ملازمت ایک نواب صاحب کے ہاں کي تیسرے چوتھے روز ھي سے پتہ چل گیا کہ انہیں مبالغہ کرنے کي عادت ھے، ھر بات کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے کہ مجھے سیدھے سادے آدمي کو بہت عجیب لگتا، اکثر ڈینگیں مارتے رھتے، شکاري کیلئے اشتہار بھي انہوں نے یوں دیا تھا کہ۔۔۔نواب صاحب کے لئے جو خود بے حد بلند پائے کے شکاري ھیں، ضرورت ھے ایک نو عمر ، چست، پھرتیلے شکاري کي جسے کم ازکم ساٹھ برس کا تجربہ ھو جب گھڑ دوڑ میں ہارتے بڑے فخر سے بتاتے کہ میں تو ہمیشہ سب سے بھادر اور نڈر گھوڑے پر شرط لگاتا ھوں جو دوڑے کے بقیہ گھوڑوں کو آگے لگا کر ان کا خوب تعقب کرتاھے۔۔۔۔۔۔۔ویسے انہیں شکار کا بالک شوق نہیں تھا، کبھي کبھار شکاري پارٹي کے ساتھ تصویریں کھنچوانے کے چاؤ میں جنگل جاتے تو فوٹو گرافي مکمل ھوتي ھے، ھم ان کے ہاتھسے بندوق واپس لےلیتے جانوروں کے بجائے خود ان کے اوپر ھم سب کے لئے باعث خطرہ ھوتي، موٹے بہت تھے، اتنے کہ سوتے ھوئے جمائیاں لیا کرتےاور جاگتے وقت خراٹے، لیکن کبھي اپنا وزن بتانا پڑ جاتا تو کہتے کہ ایک من اور کئي سیر ، آخر ایک روز میں نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ ان کي عمر اور رتبے کو دیکھتے ھوئے اس مبالغہ آرائي پر کچھ کنٹرول ھونا چاھئیے۔
بولے میاں تم ٹوک دیا کرو۔
میں نے کہا کہ سب کے سامنے ٹوکنا اچھا معلوم نہیں ھوگا،تو کہنے لگےکہ اشارھ کر دینا ، میں سمجھ جاؤں گا، بس ذرا سا کھانس دیا کرنا۔

اگلے ھي روز انہوں نے کسي مگر مچھ کا ذکر شروع کردیا، ہماري رعایا نے بے شمار درخواستیں دي ھیں، کہ انہیں ایسے ظالم اور خونخوار مگر مچھ سے نجات دلائي جائے جو پچاسي فٹ لمبا ھے اور ھر وقت دریا کے کنارے انسان اور حیوان کي تک میں رھتا ھے۔
اس پر آھستہ سي کھانسا تو بولے، خیر ھم نے اپنا سیکرٹري بھیج کر پتا کرایا تو معلوم ھوا کہ مگر مچھ صرف پچھتر فٹ لمبا تھا۔
میں کھانسا تو فرمایا کہ ھم نے سوچا سني سنائي باتوں اعتبار، بہتے ھوگا خود جاکر ملاحظہ فرمائیں۔
میں کھانسا تو گویا ھوئے کہ ----ھم نے شست لي اورتقریبا پچیس پچاس فائروں سے اسے ھلاک کیا، اب جو نپوایا تو مگر مچھ پیتالیس فٹ لمبا نکلا۔
مي نے کھانسنے کي کوشش کي ہي تھي، کہ انہوں نے فورا ٹوک دیا، -----میاں تم کھانستے رھو، اب نپ چکا ھے۔
نواب صاحب سچ کیوں نہیں بولتے تھے، ایک آواز آئي۔
یہي سوال ان کے ماموں نے ان سے پوچھا تھا، نواب صاحب کا جواب یہ تھا کہ سچ فقط بچے بولتے ھیں، جوں جوں عمر بڑھتي جاتي ھے، موقع اور حالات کے مطابق سچ پر بھیکانٹ چھانٹ اور حاشیہ آرائي کرني پڑتي ھے۔
پھر حقے کا کش لگا کر بتایا کہ نواب صاحب جب فخریہ سے ھمیں بتاتے ھیں،تو وھ ھر روز آٹھ گھنٹے دربار کرتے ھیں اور سات گھنٹے عبادت، نو گھنٹے بھیس بدل کررعایا کي شکایات معلوم کرنے مین نلکل جاتے ھیں، چھ گھنٹے پڑوسي ملکوں کے نمائندوں سے ملاقات اور ان کي خاطر تواضع، چار گھنٹے مطالعہ وغیرھ وغیرھ میں تو ھر روز کے چوبیس گھنٹوں کے بجائے ٹوٹل چھتیس یا اٹھتیس گھنٹوں تک پہنچ جاتا۔
پھر آپ نے کیا کیا؟
میں نے کچھ کرنے کا سوچ ھي رہا تھا، کہ نواب صاحب کے معتمد خاص بخاري صاحب سے محض اتفاقا بد مزگي ھوگئي، انہوں نے مجھے بلا کر قدرے کرخت لہجے میں حکم دیا کہ انھیں یوں محسوس ھورھا ھے کہ جیسے بخار چڑھنے والاھو۔ لہذا میں اسي وقت طبیب کو حاضر کروں، نہ جانے کیوں سادگي میں میرے منہ سے نکل گیا کہ آپ تو خود بخاري ھیں، بھلا بخار کي کیا مجال جو آپ کے قریب آئے۔
اس کے علاوھ نواب صاحب نے اگلے روز ھي اپنے دونوں بیٹوں سے متعارف کرایا، ان کے اتالیق کو برا بھلا کہا کہ اس نے دونوں سگے بھائیوں میں سے ایک کو ذہین قرار دیا تھا، اور دوسرے کو کند ذھن، انہوں نے مجھ سے فرمائش کي کہ میں ان دونوں کا فائنل امتحان لوں۔

میں نے بہیتر کہا کہ میں تو ایک معمولي سابق پولیس مین اور شکاري ھوں ، نہ میرے پاس کوئي ڈگري ھے ، بہلا میں اسم قسم کا امتحان کیسے لے سکتا ھوں۔لیکن وہ مصر رھے کہ تبھي تو میں تمہیں کہہ رھا ھوں کیونکہ تم غیر

جانب داراھو اور ثابت کردو گے کہ سگے بھائیوں کي ذہانت ایک جیسي ھے۔میں وہ لڑکے دور سے دیکھے تھے، ایک کے چہرے پر ذہانت کے آثار تھے اور دوسرا کچھ گھا مڑ سا لگتا تھا۔
بہر حال نواب صاحب کا حکم تھا اور امتحان لینا ہي پڑا، مجھے اور تو کچھ سجھائي نہ دیا، بس یونہي ان دونوں کواصبلبي کیساتھ دو کو ٹھڑیاں دکھائیں، ایک ایک روپیہ دیا، اور کہا کہ اسے روپے سے کچھ خرید جو پوري کوٹھري کو بھر دے۔
حسب توقع غبي لڑکے نے روپے کا گھاس اور بھس خرید کر اندر فرش پر بھجا دیا، جبکہ ذہین نے ایک آنے کي موم بتي جلا کر اپني کوٹھري روشني سے بھر دي۔مجھے خاموش رھنا چاھئیے تھا، لیکن بس منہ سے نکل گیا، کہ اتالیق کا کہا درست ھے، آپ کے ایک بیٹے کا دماغ روشن ھے اور دوسرے کے سر میں بھس بھرا ھوا ھے۔
اس کے بعد حالات ایسے ھوگئے کہ نواب صاحب سے جدائي اختیار کرني پڑي۔
کبھي آپ کو کوئي کام کي ریاست بھي ملي ----؟ کس نے پوچھا۔ہاں لیکن اس کے راجہ کو پبلسٹي کا خبط تھا۔ اس کے واسطے ایک خاص عملہ رکھا گیا تھا، ھر مہینے راجہ ریاست کے بارے میں کوئي نہ کوئي اخبر اخباروں میں ضرور آجائے، اسي سلسلے میں افریقہ جانےکا پروگرام بنایا اور مشہور کردیا گیا راجہ صاحب افریقہ کے حبشیوں اور دیگر غیر مسلح قبائیلوں کے تحفظ کے لئے وہاں کے خونخوار درندوں کا شکار کھیلنے جارھے ھیں، سمندر پار جانا کافي دلچسپ ثابت ھوا اور طرح طرح کي باتیں دیکھیں اور سیکھیں----
مثلا----؟مثلا شمالي ساحلي علاقوں میں طوارغ نامي ایک قبیلہ دیکھا جس کي عورتیں پردہ نہیں کرتیں مگر ھر لڑکا بالغ ھوتے ہي سیاہ نقاب پہننے لگتا ھے، غالبا دنیا بھر میں فقط یہي مرد ھیں جو ھر وقت چہرے پر نقاب رکھتے ھیں اور پھر کچھ علاقے ایسے بھي ھیں جہاں کے باشندے کو نظر لگ جانے پر پورا اعتماد ھے نظر بد کو وہاں عین القبیحہ کہتے ھیں اور اس سے بچنے کیلئے ایک خاص قسم کا منکا پہنا جاتا ھے۔وہاں آپ کو کسي لنگور ، شتر مرغ یا بن مانس کي نظر تو نہیں لگي؟ ایک نوجوان نے پوچھا۔ یہ وہ رنیگین منکا ھے، کوشش کرلو مجھے تمہاري نظر بھي نہیں لگ سکتي، شاکري نے بازا اٹھا کر منکا دکھایا----------اور یہ کن ان کو نفظ مکتوب پر مکمل اعتقاد ھے، یعني جو کچھ لکھا جاچکا ھے وہ لکھا جا چکا ھے، ادھر ھم ھیں کہ ھر ناخوشگوار واقعے یا غمناک سانحے پر ممکن اور ناممکن وجوہات ڈھونڈنے کے چکر میں پڑ جاتے ھیں کہ اگر یہ کرتے تو یوں ھوتا ---- وہاں ایسي حالت میں وہ فقط دونوں ہاتھ ھلا کر مکتوب کہہ کر صبر کرلیتے ھیں، یعني انہیں کامل یقین ھے کہ تقدیر میں یہي لکھا تھا۔

لیکن ھمارے ہاں ڈاکخانے کے محکمےسے پوچھئیے-----تو ھوایوں کے اس علاقےمیں ایک حبشي شکاري نے اپنے والد کا بتایا ھوا واقعہ سنایا جس کا تعلق

اس دور سے ھے جب انگریز اپني وسیع برطونوي سلطنت کو اور بڑھانے کي کوشش میں لگے ھوئے تھےاسکاٹ لینڈ سے ڈاکٹرلونگسٹن جو طبیب بھي تھا اور مشنري بھي ، افریقہ آیا، وہ بیماروں کا علاج مفت کرتا اور ساتھ ساتھ تبلیغ میں بہي مصروف رھتا، بہت جلد وہ اتنا مقبول ھو کہ مقامي باشندوں کو اس سے والہانہ عقیدت ہوگئي ایک دن اسے ایک خاص تقریب پر لے گئےجہاں ھر سال مرد اپني قوت برداشت کا مظاہرہ کرتے ھیں، ایک شکاري نے کمان کا تیر اپنے بازو میں چبھو کر آر پار کرلیا اور اف تک نہ کي، دوسرے نوجوان نے اپني ران سے نیزہ گزاردیا اور چپ رھا ، تیسرا دہکتے ھوئے انگاروں پر چلتا رھا، اسي طرح دیر تک مردي اور ھمت کے یہ مظاھرے ھوتے رھے، پھر یکا یک ایک خاموشي طاري ھوگئي اور سب اپنےمحبوب ھیرو ڈاکڑ لونگسٹن کو جوادھیڑ عمر کا تھا دیکھنے لگےجیسے کہ وہ اس سے کسي فوق البشر دلیرانہ کارنامےکي توقع رکھتے ھوں، پہلے تو وہ کچھ سمجھ نہیں سکا لیکن جب صیح پوزیشن کا علم ھوا تومارے خوف کے پسینےمیں بھیگ گیا، آخر اسے کچھ سوجھا ہتھوڑے اور آھني سلاخ کي فرمائش کي سلاخ اپنے جبڑے کي داہني طرف رکھ کرہتھوڑے سے جھوٹ موٹ کي ضرب لگائیں، پھر سامنے اور بائیں طرف بھي یہي کیا، اس کے بعد محض دکھاوے کے لئے اپنے منہ میں انگلیاں ڈال کرمسوڑھوں سے کھینچاتاني کي اور بظاھر اپني پوري قوت صرف کرکے اپنے مصنوعي دانتوں کي بتیسي نکال کر سب کے سامنے پیش کردي، حبشیوں نے کبھي مصنوعي دانت نہیں دیکہے تھے، اس کار نمایا پر سارا ھجوم ڈاکڑ کے سامنے جھک گیا۔ جیسے اسے جیمپین مان لیا ھو۔۔۔۔

آپ نے راجہ کا ذکر نہیں کیا۔۔۔؟

راجہ باعدہ طور پر ڈرپوک تو نہیں تھا، بہر حال اسے دلیر بھي نہیں کہا جاسکتا، شیروں، گنیڈوں، جنگلي ہاتھیوں کو مارناتو بڑي بات ھےان کے سامنے کھڑے ھونے کے لئے بھي ھمت چاھئیے اور پھر یہ کہ شکار فورا نہیں ملا جاتا، کتني ھي مرتبہ یہ ھوا کہ دوپہر سے کسي تیندوے کیسمت میں شت لئے کھڑا ھوں اور وہ جھاڑیوں میں چھپا ھوا ھے ،انتظار کرتا رھتا، حتے کہ تیندو اور سورج دونوں جھاڑیوں کے پھیچے غروب ھوگئے۔

کچھ جانور ایسے بھي ملے جو انسانوں کي طرح شرارتیں کرنے کے عادي تھے ، مثلا ایک خطرناک جنگلي اود بلاؤ جب میرے تعاقب کي زد میں آگے نکل گیا تو اونچے سے درخت پر چڑھ کر کبھي مجھے ٹھینگا دکھاتا ،کبھي زبان نکال کر بیہودہ اور کبھي غیر شائستہ آوازیں نکالتا اور ایک رات ھانکا کرنے والے ڈھول بجا بجا کر مشعلیں دکھا کر ایک چیتے کو ایسي موزوں جگہ گھیر لائے جس کے پیچھے بڑا سارا دریا تھا اور چیتے کا فرار ھونا بظاھر ناممکن تھا، بغیر کسي آھٹ کے میں دبے پاؤں آگے بڑھا، تلاش کرنے کے بعد دیکھا کہ جھاڑ جھنکار کي دوسري طرف دو آنکھیں چمک رھي ھیں، یہ کسي ایسي چیتے کي معلوم ھوتي ھیں جس کي تھوتھني اور پیشاني بڑي کشادہ ھو کیونکہ ایک آنکہ دوسري آنکہ سے خاصي دور تھي۔

میں نے اطمینان سےدونوں آنکھوں کے بیچ نشانہ لے کر فائر کیا لیکن کچھ نہ ہوا پھر آگے بڑھ کر رائفل کو اپني فولادي چھڑي کا سہارا دیا اورسانس روک کر بالکل اس کے ماتھے پر فائر کیا ،نتیجہ کچھ نہ نکلا، آگے بڑھ کر اور فائر کئے حتے کہ کارتوس ختم ہوگئے۔
مجھےاتنا غصہ آیا کہ رائفل کو بطور لٹھ لے کر درندے پر حملہ آور ہوتا تو پتہ چلا کہ سامنے دو بھیڑ ئیے تھے جنہوں نے ایک ایک آنکھ بند کر رکھي تھي، مجھے علم تھا کہ رات کوتقریباسارے جانوروں کي آنکھیں چمکتي ھیں، لیکن ایسے خبیث بھڑیوں سے واسطہ نہیں پڑا جنہوں نے میرے قیمیتي کارتوس ناحق ضائع کرادئیے۔
انہیں رائفل سے زدوکوب کرنا چاہا تو بھاگ گئے۔

آپ نے راجہ کا ذکر شروع کیا تھا----
ہاں تو پبلسٹی کے لئے جنگل میں عارضي کیمپ لگایا، دن میں تصوریں اتاري جاتیں ، ادھر رات ہوتے ھي چرخ جسے لگڑ بگڑ بھي کہا جاتا ھے اس کي بھیانک ہنسي کي کرخت آواز شروع ھو جاتي اور اتفاق سے یہ مکروھ جانور مہاراجہ کے خیمےکے گرد ھي چکر لگاتا ، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ ٹارچ والي رائفل سےاس کو ٹھکانے لگاؤں ، آدھي رات کے قریب جب اس نے شور مچانا شروع کیا تو رائفل سنبھالي، ٹارچ کي روشني میں اس کي شکل نظر آئي ، فائر کرنے ھي لگا تھا کہ ارادہ بدل گیا اور یونہي آسمان کي طرف رائفل چلادي، وھ ڈر کر بھاگ گیا اور غالبا راجہ مطمئن ھوگیا، لیکن اگلي رات پھر اسي مردہ جانور کي آواز آتي رھي ، صبح ناشتے پر راجہ نے مجھ سے پوچھا۔ ویسے میں بآساني جھوٹ بول سکتا تھا کہ یہ کوئي اور دوسرا لگڑ بگڑا ھوگا، لیکن آپ تو جانتے ھي ھیں کہ میں ھمیشہ سچ بولتا ھوں چناچہ صاف صاف بتا دیا کہ جو نہي فائر کرتے وقت ٹارچ کي روشني ڈالي تو اس جانور کا چہراھ بالکل صاف نظر آیا، لیکن میں فائر نہ کرسکا۔
راجہ نے وجہ دریافت کي تو میں نے بتایا کہ اس کا منہ بالکل راجہ کے پریس سیکریڑي کے چہرے سے ملتا تھا،اس کے بعد نہ جانے کیوں سیکریڑي نے مجھ سے ملن اجلنا کم کردیا، حالانکہ میں نے حقیقت بیان کي تھي----
اس خطے میں اور شکاري بھي تو آتے ھوں گے، آپ کا کسي سے مقابلہ نہیں ھوا ؟ مغربي ملکوں سے اکثر شکاري شیر کے شکار کے لئے آیا کرتے ، لفظ سفر کو انہوں نے سفاري میں ڈھال کر رکھا تھا۔انہیں بھي پبلسٹي کاخبط ھوتا، ھر ایک کے پاس چھ چھ سات سات کیمرے ھوا کرتے تھے، وھ چار یا پانچ افراد کا جھتا بنا کرمچان اور مورچے سے شیر کو قابو میں لانے کي کوشش کرتے مغربي ممالک میں ھر کام میں پھرتي دکھانے کا رواج ھے ،چناچہ وھ اتني جلد بازي سےکام لیتے ھیں کہ عموما آخري سکور کچھ یو ھوا کرتا-------
شکاري---------صفر
شیر------------چار یا پانچ شکاري

آپ نے کبھي راجے کوبھي شکار کھيلنے ديا-------؟
ہاں ايک روز مقامي لوگوں سے مل کرچيتے کا شکار کا انتظام کيا گيا، پتہ نہيں
کس نے راجہ کےکان ميں پھونک ديا چيتا انسان پ رتب ھي حملہ کرتاھے جب
اسے بھوک لگي ھو، ورنہ نہيں، اونچے مچان پر راجہ اور ميں بالکل محفوظ
تھےس مگر ھو باربار پوچھتا کہ يہ کيونکر معلوم ھو کہ چيتا بھوکا ھے يا نہيں؟
اتفاق سے اس روز مجھے نزلہ زکام تھا، جس سے بڑے بڑے پہلوان بھي چڑ
چڑے ھوجاتے ھيں، جب اس نے کوئي بيسويں مرتبہ يہي سوال کيا ت وميرے
منہ سے نکل گيا اگر چيتا آپ کو کھا لے تو سمجھ ليجئے کہ وہ بھوکا تھا، اس
معمولي سے فقرے سے پرديس ميں کچھ ايسي غلط فہمي پيدا ھوئيں جو واپس
وطن پہنچ کر بھي دور نہ ھو سکي -------آئيے آئيے دونوں پاؤں پر جو بوجھ اٹھا
رکھا ھے ،، اسے ھلکا کرنے کيلئے تشريف رکھئے------بے وقوف حقہ اس طرح
بھرتے ھيں ؟ اناڑي کہيں کا؟ شکاري صاحب کا پہلا فقرہ بہاري بھرکم زميندار
کے لئے تھا، اور دوسرا نمبردار کے ملازم کے لئے۔
آپ تو بھوت کا قصہ سنانے والے تھے------- ايک طرف سے آواز آئي
پوليس کي ملازمت کے دوران جب بھي باھر جاتا تو رات کو کبھي کبھي ايسي
جگہ بھي بسيرا ھوتا جو آسيب زدہ مشہور ھوتي، بھوتوں کے متعقد بتاتے کہ
جس طرح دنيا بھر ميں کسي بھي دو آدميوں کے انگوٹھوں کے نشان ايک
دوسرے سے نہيں ملتے اسي طرح بھوت بھي ايک جيسے نہيں ھوتے ، کچھ
انسانوں کوديکھ کرٹل جاتے ھيں، کچھ اپني ناپسنديدگي کا اظہار ميز کردسياں
چار پائي وغيرہ گھسيٹ کر کرديتے ھيں بعض ايسے بھي ھوتے ھيں جنہوں نے
انسانوں کے ساتھ رھنا سيکھ ليا ھے ، وغيرہ وغيرہ------ميں نے گھاٹ گھاٹ
کاپاني پيا ھے ليکن اب تک کسي آسيب زدہ مکان نہيں ديکھا----
گھاٹ پر تو چوپائے پاني پيا کرتے ھيں، -----وھي جاني پہچاني آواز آئي۔
شکاري نے اسے نظر انداز کرتے ھوئےکسي اور سے پوچھا ---تم اونگھ رھے
ھو؟
نہيں تو-------
بھلا ميں کيا کہہ رھا تھا؟
شايد سيبوں کا ذکر ھورہا تھا
سيب؟
آسيب آسيب کئي بار سنا--
اتنے ميں ملازم دوبارہ حقہ بھر کر لے آيا، شکاري نے کئي کش لگائي اور اس
مرتبہ حقے کو فٹ قرار ديا۔
اور ان آسيب ذدہ مکانوں ميں کچھ ايسے بھي تھے جنھيں پڑوسيوں نے جان
بوجھ کربد نام کر رکھا تھا، تاکہ کوئي کرائے دار نہ آسکے اگر آتا تو رات کو
پتھر مار کر پراسرا روشنيوں اور آوزوں سے ڈراديتے ، اس کےلئے مکان
خالي رھے اور ضرورت پڑنے پر استعمال کيا جاسکے جب کبھي مجھےکسي
آسيب زدہ عمارت ميں ٹھرنے کا اتفاق ھوتا توخوفناک کہانيوں سے پہلےاتنا ڈرا

دیا جاتا کہ رات کو سوتے وقت کچھ نہ کچھ نظر آنے لگ جاتا، ایک دفعہ جب میں سونے کي کوشش کررھا تھا تو سامنے کي دیورا پر ایک مگر مجھ دکھائي دیا، سوچا کہ مگر مجھ پاني کے قریب ھوتا ھے ، اس کا دیوار پر چڑھنا بالکل ھي نہ ممکن سي بات ھے ، لیکن سامنے ھو بھو مگر مچھ تھا، پھر اس نے ایک لومڑي نما چیز کا تعاقب کیا ، ھمت کرکے اٹھا تو دیکھا کہ دوسرے کمرے کي روشني ایک پیالہ نما شیشے اور چھپکلي پر اس طرح پڑ رھي تھي، کہ ھر شے کا عکس کئي گناھ نظر آرھا تھا اور یہ کہ چھپکلي نے ایک بھنگے کا تعاقب کیا تھا۔

پھر اس قسم کے ایک اور مکان کے ایک کمرے میں سونا پڑا جسے وھ اپنے ڈرائنگ روم کہہ رھے تہے، لیکن مجھے وہاں ڈرائنگ کا کوئي سامان نہیں ملا آنکھیں بند کرکے نیند کا انتظار کرنے لگا، دن بھر جو خرافات سني تھي وھ کانوں میں گونج رھي تھي، دفعا کیا دیکھتا ھو ایک پانچ فٹ اونچا شبہہ دروازے کے پاس کھڑي ھے ، شاید آپ کو یہ بتانا بھول گیا کہ میں جواني میں پہلوا ن بھي رھ چکا ھوں، میں نے کروٹ بدل لي کہ اسے نظرانداز کردوں تو شاید ٹل جائے، لیکن وھ نہیں ھٹي ، جیسے خم ٹھونک کر میرا انتظار کررھي ھو، آخر دھوبي ٹپڑا ، قینچي ، الٹی یا کسي اور دائوپیچ سے اسے ھرانے کےلئے اٹھنا ھي پڑا ،جوں جوں میں آگے بڑھتا وھ چیز میري طرف حملہ آرو ھوتي ، آخر میں چھلانگ لگ اکر ڈبل کک ماري چشم زون میں میں اوپر تھا اور بجلي کا بڑا فرشي پنکھا نیچے ----اور اس کے تاروں میں میرے پاؤں الجھے ھوئے تھے، ایک اور آسیب زدھ مکان میں خوف سے یوہي محسوس ھوا کہ اپني بائیں ٹانگ گنوا بیٹھا ھو، پھر پتہ چلا کشادھ سا پجامہ پہنتے وقت جلدي میں دہني طرف دونوں ٹانگیں پھنسادیں تھیں اورباياں پائینچہ جالي پڑا تھا جسے ٹٹول کر ڈرتا رھا ، ایسے کئي واقعات کے بعد میں اس نتیجے پر پھنچا کہ آسیب وغیرہ سب فرضي ھیں۔
لیکن آپ تو کسي بھوت کا قصہ سنانے لگے تھے--------
ھاں لیکن ریٹائر ھوکر اس چھوٹےسے گاؤں میں کھیتي باڑي شروع کي تو وھم و گمان میں تک نہ تھا کہ یہاں ایک سچ مچ کے بھوت سے واسطہ پڑےگا، اور بھوت بھي ایسا جو یونہي بلا وجہ پچھے پڑجائے، نہ میں نے اسے کبھي چھیڑا، نہ خفا ھونے کا موقع دیا، بلکہ وھ اورمیں ایک دوسرے کیلئے اجنبي تھے،ھوا یوں کہ ایک ھفتے اپنے کھیتوں پاني دینے کي باري رات کو آگئ، گھڑي دیکھ کر پورے ساڑھے دس بجے گھر سے نکلا ، سڑک والا راستہ ذرا لمبا تھا اور میں شکار کھیل کر تھک سا ھوا تھا، اس لئےسوچا کہ پگڈنڈي والے
چھوٹےراستے سے نکل جاؤں تو جلدي پہنچ جاؤں گا، دو اڑھائي مربعوں کے بعد پراني شماشان آتي ھے ، وہاں جوکیکر کے چار درخت ھیں ان کے پاس سے گزرتے ھوئے یوں محسوس ھوا ، جیسے کوئي پیچھے پیچھے آرھاھے ، میں نے تیز چلنا شروع کردیا اس نے بھي تیز چلان شروع کردیا، میں آھستہ ھوا

تو وہ بھي آھستہ ھوگیا، گھبرا کر میں نے بھاگنا شروع کیا، وہ بھي سر پٹ بھاگا، میري ھمت جواب دےرھي تھي ، آخر میں رک گیا، وہ بھي رک گیا ، آپ سے کیا چھپانا ،خوف سے تھر تھر کاپنے رھا تھا، پیچھے مڑ کر دیکھتا ھوں کہ تو ایک عجیب سي شبہہ سامنے کھڑي تھر تھر تھر کانپرھي ھے ، ڈر کے مارے میرے منہ سے نکلا ھي ھي ھي اس نے بھي اس ھي طرح ھي ھي ھي کہا، دیکھنے میں وہ ایک اوسط درجے کا بھوت تھا، یعني اس کي شکل نہ تو اچھي تھي اور نہ ھي زیادہ ڈراؤني ، کچھ دیر تک ھم ایک دوسرے کو دیکھ کر کانپتے اور ھي ھي ھي کرتے رھے آخر میں نے دلیر بننے کي کوشش میں آپنےآپ سے کہا۔۔۔چلو بھئي گیارہ بجے پاني لگانا ھے، اس نے فورا نقل اتارتے ھوئے کہا چلو بھئي گیارہ بجے پاني لگانا ھے، میں اپني کھیتوں کي طرف چل دیا، وہ بھي میرے پھیچے ھولیا، وہاں پہنچ کر میں نے کدال سے میں شگاف کیا، اس کے ہاتھ خالي تھے لیکن اس نے میري نقل اتاري، کھیت میں پاني آنے لگا اور میں ایک ٹیلے پر جا بیٹھا، وہ بھي سامنے آبیٹھا اور مجھے گھورنے لگا،اس کے لگا تار گھورنےپر آھستہ آھستہ میرا ڈر ختم ھوتا جارھا تھا،اور اب مجھے غصہ آرھا تھا، آخر یہ بھوت چاھتا کیا ھے ؟کیا یہ نہیں جانتا کہ شریف آدمیوں کو خواہ مخواہ گھورنا نہ صرف آداب کے خلاف ھے بلکہ انتہا درجہ کي بدتمیزي ھے؟پورے تین گھنٹے پاني دینا تھا اور وہ بھوت پورے تین گھنٹے ٹک ٹکي باندھے میري طرف دیکھتا رھا، میں نے یہي سوچا کہ ایسے غیر مہذب بھوت کا کوئي نوٹس نہیں لینا چاھئیے، چانچہ اپني نگاھیں ادھر ادھر رکھیں، حتے کہ ڈھائي بج گئے، پھر گھڑي دیکھ کراپني آپ سے کہا، اب پاني بند کرکے گھر چلتے ھیں، اس نے بھي اپني خالي کلائیکو غور سے دیکھااور بولا اب پاني بند کرکے گھر چلتے ھیں واپسي پر وہ شمشان تک ساتھ آیا اور کیکر کے چاروں درختوں کے پاس غائب ھوگیا، کئي دنوں تک میں اس واقعے کے متعلق سوچتا رھا۔

اگلے ھفتے جب رات کو پاني لگانے کي باري آئي تو مجھے سڑک سے جانا چاھئیے تھا، پھر یونہي خیال آیا کہ شاید یہ نرا وھم ھو یا بھوت کو غلط فہمي ھوئي ھو اور اس نے مجھے کوئي اور شخص سمجھا ھو، میں دو بارہ شمشان والے راستے سے گزرا ، کیکر کے درختوں کے بعد میں اور بھوت آگے پیچھے چل رھے تھے، مچھر اڑا کر میں نے اپني گردن کھجائي، اس نے بھي بالکل یہي کیا، میں نے دو چھینکیں ماریں، اس نے بھي بالکل یہ ھي کیا، اس نے بھي کوشش کرکے دو ھلکي سي چھینکیں ماریں، میں کھانسا وہ بھي کھانسا، غصہ تو مجھے تب بھي آیا جب میں نے ایک فلمي گیت گانا شروع کیا اور اس نے نہایت بےسري آواز میں نقل اتاري، دوست احباب سب جانتے ھیں کہ ماشاءاللہ میري آواز بڑي سریلي ھے اور دھنوں سے بھي بخوبي واقف ھوں،ایسے نفیس گیت کا یوں ستیا ناس ھوتے دیکھ کر میر خون کھولنے لگا، فورا اگلے روز ایک پہنچے ھوئے بزرگ کے پاس گیا درخواست کي کہ ایسے بد تمیز اور بد زوق بھوت سے میرا پیچھا چھڑائیے، انھوں نے ایک تعویز دیتے

ہوئے فرمایا کہ میں اسے دھنے بازو پر باندھ لو، پھر کچھ سوچ کر تعویز واپس لے لیا اور بولے اگر بھوت ہو بہو وہ کرتا ھے جو جو تم کرتے ھو تو اس سے کام کیوں نہیں لیتے ؟ اس سے کھیتوں میں گوڈي کراؤ، چناچہ رات کو دو کھرپے ، دو درانتیاں اور دیگر مطلوبہ چیزیں سنبھالیں اور شمشان کي طرف چل دیا، کیکر کے درختوں سے بھوت کو ساتھ لیا اور کھیتوں میں گوڈي شروع کردي، نقل اتارنے میں تو وہ استاد تھا، فالتو کھر پہ پکڑ کر فورا گوڈي کرنے لگا، تھک کر میں نے ماتھے پر سے پسینہ پونچھتا تو وہ بھي اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیر تا ھے، میں نے درانتي چلائي تو اس نے زائد درانتي اٹھا لي، میں کام چھوڑ کر سانس لینے لگا تو وہ بھي ھانپتا ھوا میرے سامنے آبیٹھا اورگھورنے لگا، پھر ھم دونوں سر گرمي سے اپنے اپنےکام میں لگ جاتے ، تب بھي میں نے سوچا کہ شاید یہ بھوت اتنا برا بھي نہیں ھے ، فقط اسے گھورنے کي عادت کہیں سے پڑ گئي ھےاگر کسي طرح یہ بیہودہ عادت چھڑا دي جائے تو کوئي وجہ نہیں کہ یہ اچھا خاصا ماعقول بھوت نہ بن سکے ، ممکن ھے کہ ناساز گار حالات اور لگا تار تنہائي کي وجہ سے یہ ایسا ھوگیا ھے ،شاید اسے رفاقت کي تلاش ھو، ویسے بھي نہ صرف محنتي بھوت ھے بلکہ وقت کا پابند بھي یہ خوبي انسانوں میں بہت کم ملتي ھے اور ادھر میں کھیتي باڑي کرنے کے لئے یہاں اکیلا ھوں ، ان دنوں میرا کوئي مددگار بھي نہیں ، اگر یہ میرا ہاتھ بٹانے کو تیار ھو تو اسے ھر مہینے کچھ تنخواہ دے دیا کروں گا، چناچہ اسے

اتم کھیتي، مدھم بیوپار
نکھد چاکري،بھیک ندارد

والي مشہور کہاوت سنائي، جسے اس نے فورا دوھرایا، صبح کے چار بجے تک میں نے اس سے خوب کام لیا، پھر انگڑائي لیتے ھوئے کہا بہت تھک گئے ھیں اب چلنا چاھئیے وہ بھي انگڑائي لے کر بولا بہت تھک گئے ھیں اب چلنا چاھئیے، میں خوش خوش گھر پہنچا کہ ایک اچھا اسسٹنٹ مل گیا ھے لیکن اگلے دن جو کھیتوں کو دیکھتا ھو تو گوڈي فقط اس حصے میں ھوئي تھي جس میں میں نے کام کیا تھا، جس حصے میں بھوت ہاتھ چلاتا رھا وہ بدستور گھاس پھونس سے بھر ھوا تھا، مجھے اس قدر غصہ آیا کہ بیان نہیں کرسکتا ، سیدھا ان بزرگ کے پاس گیا اور التجا کي کہ ایسے کام چور نکمے بھوت کي شکل نہیں دیکھنا چاھتا ، انہوں نے کچھ سوچ کر فرما یا کہ اسے ایک چانس اور دینا چاھئیے، شاید اسے گوڈي کرني نہ آتي ھو، یا گوڈي پسند نہ ھو، اس سے ھل چلوا کر بھي دیکھ لو، اس کے بعد اگلي مربہ سہ پھر کو ایک فالتوں ھل میں کھیت میں چھوڑ آیا اور دوبیل بھي وھیں چھوڑ دئیے رات کو بیل وغیرہ لے کر چلے، کیکر کے درختوں سے بھوت کو ساتھ لیا اور صبح کا ستارہ طلوع ھو نے تک ھم دونو ھل چلاتے رھے، لیکن جب اگلے دن جا کر دیکھا تو صیح ھل صرف میں نے چلایا تھا، اس کے حصے میں صرف بیل کے کھروں کے نشان تھے ھل بالکل نہیں چلا تھا، تب مجھے یقین ھوگیا کہ یہ بھوت سدھر نے کے

اسٹیج سے گزر چکا ھے ، بزرگ سے درخواست کي کہ اس حلیہ ساز بھوت
سے جو سارے بھوتوں کے لئے باعث ننگ ھے، میري خلاصي پر باندہ لو، پھر
کچہ سوچ کر تعویز واپس لے لیا اور میرے کان میں سرگوشي کیں، بھوت یہ
بتانا بھول گیا کہ وہ بھوت روز بروز بد تمیز ھوتا جارھا ھے، شروع شروع میں
میں تو مجہ سے چند گز کے فاصلے پر رھتا، اب قریب آتے آتے بالکل ساتہ
کھڑا ھوتا، منہ چڑاتا، نقلیں اتارتا، غرضیکہ ایسي بے تکلفي برتتا جیسے
برسوں کا واقف بھوت ھو، ادھر میري حالت یہ ھو چکي تھي، کہ روز روشن
میں بھي سڑک سے چلتے ھوئے یہ شبہ ھوتا کہ کوئي پیچھے آرھا ھے، کسي
سے بات کرتے ھوئے ڈر لگتا ھے ھے کہ کہیں یہ نقل نہ اتارنے لگے۔
میں نے بزرگکي ہدایات پر عمل کرتے ھوئے ایک کھیت میں دو گڑھے
کھودے، پہلے کو فقط مٹي اور راکہ سے بھرا اور اوپر بڑي ساري اینٹ رکہ
دیں ، دوسرے میں مغرب سے پھلے کوئلے اور لکڑیاں ڈال کر انھیں خوب
سلگایا اور پھر اوپر راکہ ڈال کر ویس ھي اینٹ رکہ دي ، رات ھوتے ھي
شمشان کا رخ کیا ، درختوں کے پاس بھوت منتظر ملا، اسے ساتہ لے کرکھیتوں
میں پہنچا، اس رات طرح طرح کےتماشے کئے، میں نے چھلانگیں لگائیں، اس
نے بھي لگائیں ، میں نے بیٹھکیں نکالیں، ڈنٹر نکالے، اس نےفورا نقل اتاري
پھر میں نے نئي نئي فلموں کي دھنیں گائیں ، اس نے اچھے بھلے گانوں کا بیڑا
غرق کردیا، ورزش کا پرگرام دوبارہ شروع کیا گیا، جو دیر تک رہا، آخر میں
تھک کر چور ھوگیا، ادھر بھوت کي حالت بھي قابل رحم نہ تھي، آخر میں میں
نے جمائي لے کر کہا، تھک گئے بھئي، اس نے بھي جمائي لي اور کہا تھک
گئے بھئي، میں نے گڑھوں کا رخ کیا اور کہا کہیں بیٹہ کر سستا لیتے ھیں، وہ
بھي گڑھوں کي طرف چلتے ھوئے بولا کہیں بیٹہ کر سستا لیتے ھیں، میں جلدي
سےٹھنڈي اینٹ پر بیٹہ گیا، وهبھي جلدیسے دوسري اینٹ پر بیٹھا جو راکہ سے
ڈھکي ھوئي تھي، مگر دھک رھي تھي اینٹ پر بیٹھتے ھي اس کے منہ سے
زور دار نعرہ بلند کیا، آپ سب تو جانتے ھیں کہ بھوت آگ سے ڈرتے ھیں،
قصہ مختصر اس رات وہ ایسا غائب ھوا کہ جیسے کبھي تھا ھي نہیں، اس کے
بعد میں رات کو بارہا شمشان کے طرف سے گزرا لیکن وہ کبھي نہیں دکھائي
دیا.....
شکاري صاحب نے کہاني ختم کرکے موچھوں کو تاؤں دیا اور حقے کے کش
لگانے لگے، آپ نے اس سے چھٹکارا تو پالیا ، لیکن گرم سرد اینٹوں کے
سلسلے میں اسپورٹسمین اسپرٹ نہیں دکھائي ، وھي نوجوان بولا۔
بر خور دار تم اچھي طرح جانتے ھوں اسپورٹسمین اسپرٹ وہ نہیں رھي جو
پہلے ھوا کرتي تھي، اسپورٹسمین اب رقم لے کر کھیلتے ھیں اور سپرٹ ممنوع
ھے۔
ھم نے نمبر دار صاحب کو تلاش کیا تو پتہ چلا کہ وہ تو کبھي کہ جاچکے ھیں،
واپسي کتوں کے لشکر نے ھمیں پھر گھیر لیا اور میں نے اس پھرتي سے گٹہ
گھمایا کہ وار میرے دوست کي کمر پر پڑا، ،گڑ کي پوٹلي ہاتہ سے نکل کر

نالے میں گر گئي اور ھم سر پٹ اپنے گاؤں کي طرف بھاگے، راستے میں ھم نے فیصلہ کیا کہ گھر والوں سے کہہ دیں گے کہ گڑ کتے کھا گئے اور لالٹین بھي انہوں نےتوڑ دي۔
ھمیں سڑک والا لمبا راستہ لینا چاھئیے تھا لیکن جلدي میں سیدھے پگڈنڈي پر کھیتوں کي طرف جارھے تھے، شمشان کے قریب جب کیکر کے چار درخت آئے تو ھم بالکل نہیں ڈرےکیونکہ اب ہمیں بھوتوں کو دفع کرنے کا آزمودہ اور آسان ترین نسخہ معلوم تھا۔

دُعاگو
شاھدریاض
shahid.riaz@gmail.com